جلد ۱۹ شمارہ ۸

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ظہور ۱۳۵۷ ہش

اگست ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر :

سید عبدالحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

○ ظہور ـــــ ۱۳۵۷ ہش

○ رمضان المبارک ـــــ ۱۳۹۸ ھ

○ اگست ـــــ ۱۹۷۸ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ دس روپے

فی پرچہ ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالنصر غربی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۱ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۸

ظہور ۱۳۵۷ ہش

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رمضان المبارک

ماہِ رمضان کی عظمت

حضور نے فرمایا:

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّیِ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ النفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امّارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّیِ قلب سے مُراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے۔ پس أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ میں یہی اشارہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶ و ۲۵۷)

روزہ کی حقیقت

"تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ

ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔ اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے۔ انہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں۔ جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴)

روزہ سے متعلق چند مسائل

بیمار کا روزہ

"میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے۔ تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان

کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزے رکھوں پھر جب وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں۔ ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کرکے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے۔ اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے۔ اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے۔ چونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کرکے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم ص۲۵۹، ص۲۶۰)

سفر میں روزہ

حضور سے دریافت کیا گیا کہ مسافر کے لئے روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "قرآن کریم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اور چونکہ عام طور پر اکثر لوگ رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر عِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ کا پھر بھی خیال رکھنا چاہئے۔"

ایک موقع پر حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا:

"سفر میں تکالیف اٹھا کر جو انسان روزہ رکھتا ہے تو وہ گویا اپنے زورِ بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اطاعتِ امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا۔ یہ غلطی ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے۔" (ملفوظات جلد اول ص ۲۹۲ و ص ۲۹۳)

"اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے۔ اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالتِ سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے۔ اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - اس میں کوئی قید نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو۔ یا ایسی بیماری ہو۔ میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا۔

اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں

سائل نے عرض کی۔ یہ حکم تو بے شک ہے مگر سفر میں کوئی تکلیف نہیں تو پھر روزہ کیوں نہ رکھا جاوے۔ حضور نے جواب میں فرمایا یہ تو آپ کی اپنی رائے ہے۔ قرآن شریف نے تو تکلیف یا عدم تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں۔ انسان کو وہ راہ اختیار کرنی چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاوے۔ اور صراطِ مستقیم مل جاوے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص ۴۳۲، و ص ۴۳۳)

"بیمار اور مسافر کے روزہ رکھنے کا ذکر تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے فرمایا کہ شیخ ابن عربی کا قول ہے کہ اگر کوئی بیمار یا مسافر روزہ کے دنوں میں روزہ رکھ لے تو پھر بھی اسے صحت پانے پر ماہ رمضان کے گزرنے کے بعد روزہ رکھنا فرض ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ جو تم میں سے بیمار یا سفر میں ہو۔ وہ ماہ رمضان کے بعد کے دنوں میں روزے رکھے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو مریض یا مسافر اپنی ضد سے یا اپنے دل کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے انہی ایام میں روزے رکھے تو پھر بعد میں رکھنے کی اس کو ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا صریح حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں روزے رکھے۔

بعد کے روزے اس پر بہرحال فرض ہیں۔ درمیان کے روزے اگر وہ رکھے تو یہ امر زائد ہے اور اس کے دل کی خواہش ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کا وہ حکم جو بعد میں رکھنے کے متعلق ہے ٹل نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے، مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزہ رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتوےٰ لازم آئے گا۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۳۰، ۴۳۱)

ایک شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا۔

"یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں"۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۷)

فدیہ کی اصل غرض

حضور نے فرمایا۔

"ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزے کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق

طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔"
(ملفوظات جلد چہارم ص۲۵۸ و ص۲۵۹)

مسافر اور مریض کا فدیہ

"اللہ تعالیٰ نے شریعت کی بناء آسانی پر رکھی ہے۔ جو مسافر اور مریض صاحب مقدرت ہوں۔ ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دیں۔ فدیہ یہ ہے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔"
(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ ص۷ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

مزید وضاحت

"گذشتہ پرچہ اخبار نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کے ص۷ کالم اول میں یہ لکھا گیا تھا کہ مریض اور مسافر ایام مرض اور ایام سفر میں روزہ نہ رکھیں۔ بلکہ ان ایام کے عوض میں ماہ رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں بصورت صحت اور قیام ان روزوں کو پورا کریں۔ اسی عبارت کے آخر میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ "جو مریض اور مسافر صاحب مقدرت ہوں ان کو چاہیئے کہ روزہ کی بجائے فدیہ دیں" اس جگہ مریض اور مسافر سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کبھی امید نہیں کہ پھر روزہ رکھنے کا موقعہ مل سکے مثلاً ایک نہایت بوڑھا انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بہ سبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی۔ اور سال بھر اسی طرح گزر جائے گا۔ ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے۔ اور فدیہ دیں۔ باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے رکھنے سے معذور سمجھا جا سکے۔ چونکہ اخبار بدر کی مذکورہ بالا عبارت صاف نہ تھی۔ اس لئے یہ مسئلہ دوبارہ حضرت اقدس کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ

صرف فدیہ تو شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے۔ جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے ورنہ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں، صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اس طرح سے خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ تیری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ انکو ہی ہدایت دی جائے گی۔" (ملفوظات جلد چہارم ص۴۳۲ و ص۴۳۳)

مزدور اور جسمانی مشقت کرنے والوں کے لئے حکم

"حضور کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشت کاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے۔ روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا

الاعمال بالنیات۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ پر مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسر ہو رکھ لے۔"

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۹۴)

چند اور فتاوی

روزہ میں آئینہ دیکھنا

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں فرمایا۔ جائز ہے۔

سر اور داڑھی کو تیل لگانا

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۷۱)

سرمہ لگانا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟ فرمایا

مکروہ ہے ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے (ایضاً ۱۷۲)

خوشبو لگانا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۷۲ و صفحہ ۱۷۳)

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

توبہ کیلئے تین شرائط

"توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان خیالات فاسدہ و تصورات بد کو چھوڑ دے۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ تصورات کا اثر بہت زبردست ہے اور میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے۔ انہوں نے تصور کو یہاں تک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔ غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے پس جو خیالات بدلذات کا موجب سمجھے جاتے ہیں ان کا قلع قمع کرے۔ یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط ندم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کو معطل چھوڑ دیتا ہے پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے۔ اور یہ خیال کرے کہ یہ لذات عارضی اور چند روزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں آ کر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے۔ آخر ان سب لذات دنیا کو چھوڑنا ہو گا۔ پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے۔

تیسری شرط عزم ہے یعنی آئندہ کے لئے مصمم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا۔ اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ سیئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔ اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (البقرہ) ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان اور کمزور ہستی ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا اس کی حقیقت ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو کامل کر کے انسان کسل اور سستی کو چھوڑ دے۔ اور ہمہ تن مستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ تبدیل اخلاق کر دے گا۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

خاکساری

نَخْتَارُ آثَارَ النَّبِيِّ وَأَمْرَهُ | نَقْفُو كِتَابَ اللهِ لَا الْآرَاءِ
إِنَّا نُطِيعُ مُحَمَّدًا خَيْرَ الْوَرٰى | نُورَ الْمُهَيْمِنِ دَافِعَ الظَّلْمَاءِ
إِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُحِبُّ تَكَبُّرًا | مِنْ خَلْقِهِ الضُّعَفَاءِ دُودِ فَنَاءِ
إِنَّ الْمُقَرَّبَ لَا يُضَاعُ بِفِتْنَةٍ | وَالْأَجْرُ يُكْتَبُ عِنْدَ كُلِّ بَلَاءِ
لَمَّا رَأَيْتُ كَمَالَ لُطْفِ مُهَيْمِنِي | ذَهَبَ الْبَلَاءُ فَمَا أُحِسُّ بَلَائِي
إِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُسَرُّ بِنَخْوَةٍ | إِنْ رُمْتَ دَرَجَاتٍ فَكُنْ كَعَفَاءِ
إِنَّا تَرَكْنَا لِلّٰهِ رَاحَةَ نَفْسِنَا | لَا سُؤْدَدًا وَرِيَاسَةً وَعَلَاءِ

(انجام آتھم)

- ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار و احکام اختیار کرتے ہیں (یعنی) ہم کتاب اللہ کی پیروی کرتے ہیں نہ کہ کسی کی رائے کی۔
- ہم مخلوق میں سے سب سے افضل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں جو خدا کا نور ہیں اور اندھیروں کے دور کرنے والے ہیں۔
- خدا تعالے اپنی مخلوق کے لئے جو کمزور اور کرم فانی ہے تکبر پسند نہیں کرتا۔
- مقربان الٰہی کسی آزمائش میں ضائع نہیں ہوتے بلکہ ہر مصیبت کے وقت ان کے لئے اجر لکھا جاتا ہے۔
- جب میں نے اپنے خدا کے الطاف کا کمال دیکھا تو میری مصیبت دور ہو گئی اور اب مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔
- خدا تعالیٰ فخر اور نخوت پر خوش نہیں ہوتا۔ اگر تو درجات کا خواہشمند ہے تو خاک کی طرح ہو جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

قرآن کریم کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیے

یا رب چہ بہر من غم فرقاں مقدر است — یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند

دیدم کہ زاہداں رہ فرقاں گذاشتند — تا چارہ در دلم اثر مہر شاں نماند

اے خواجہ پنج روز بود لطف زندگی — کس از پئے مدام دریں خاکداں نماند

امروز گر دل از پئے قرآں نسوزدت — عذرے دگر ترا بجناب یگاں نماند

خلق از برائے شوکت دنیا چہا کنند — دردا کہ مہر کعبہ چو مہر بتاں نماند

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر بہ بند — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

- اے رب کیا میری تقدیر میں ہی فرقان کے لئے غم کھانا لکھا ہے۔ یا اس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی واقف حال ہی نہیں رہا۔
- میں نے دیکھا کہ زاہدوں نے قرآن کا رستہ چھوڑ دیا ہے چنانچہ مجبوراً میرے دل میں ان زاہدوں کی محبت کا نشان باقی نہیں رہا۔
- جناب! زندگی کا لطف تو پانچ دن کے لئے ہے کوئی بھی اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں رہا۔
- اگر آج تیرا دل قرآن کے لئے سوز نہیں رکھتا تو پھر خدائے واحد کی درگاہ میں تیرا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔
- لوگ دنیا کی شان و شوکت کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں مگر افسوس کہ کعبہ کی محبت بتوں کی محبت کے برابر بھی نہیں رہی۔
- اے بے خبر قرآن کریم کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جا قبل اس کے کہ یہ آواز آ جائے کہ فلاں شخص بھی نہ رہا۔

ترجمہ سید عبدالحی

شمائل شریفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ و عادات مبارکہ

۱۔ كَانَ إِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا (ترمذی)
حضورؐ جب لوگوں کے پاس آتے تو انہیں تین بار السلام علیکم کہتے۔

۲۔ كَانَ إِذَا تَهَجَّدَ يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ (بخاری)
حضورؐ جب تہجد کی نماز پڑھتے تو ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

۳۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ حَرَّكَ خَاتَمَهُ (ابن ماجہ)
حضورؐ جب وضو فرماتے تو اپنی انگشتری کو (اس کی جگہ سے) ہلاتے (تاکہ اس کی جگہ بھی پانی پہنچ جائے۔

۴۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَدَارَ الْمَاءَ عَلَى مِرْفَقَيْهِ (دارقطنی)
حضورؐ جب وضو فرماتے تو اپنی دونوں کہنیوں پر پانی پھیرتے۔

۵۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ (مسند احمد بن حنبل)
حضورؐ جب وضو فرماتے تو پانی سے اپنی ریش مبارک میں خلال فرماتے

۶۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هٰكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي (ابوداؤد)
حضورؐ جب وضو فرماتے تو پانی کا ایک چلو لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے جا کر ریش مبارک میں خلال کرتے اور فرماتے میرے رب نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

۷۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ حَرَّكَ عَارِضَيْهِ بِبَعْضِ الْعَرْكِ (ابن ماجہ)
حضورؐ جب وضو فرماتے تو اپنے رخساروں کو تھوڑا سا رگڑتے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

جناب شیخ نور احمد صاحب منیر استاذ الجامعہ

۳۱۳ اصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۸۔ حضرت منشی محمد خان صاحب رضی اللہ عنہ کپورتھلوی

(۱)

حضرت منشی صاحب موصوف ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے والد کا نام دلاور خان تھا آپ کا تعلق افغانستان سے تھا کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ان کے جد امجد افغانستان سے آکر کپورتھلہ میں مقیم ہوئے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم رامپور میں ہوئی۔ کپورتھلہ میں آپ اہلمد کے عہدہ پر ملازم تھے۔ آپ نے ریاست کے مختلف محکموں میں کام کیا۔ آپ ریاست کے بڑے اصطبل کے انچارج تھے اور اپنے کام کو نہایت دیانت و دانشمندی سے سرانجام دیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب براہین احمدیہ جب شائع ہوئی تو کپورتھلہ کے ایک نیک اور صالح شخص حاجی ولی اللہ صاحب نے یہ کتاب منگوائی اور اس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کتاب منشی صاحب موصوف کو دے دی کہ وہ اس کا مطالعہ کریں۔ حاجی ولی اللہ صاحب آپ کے افسر تھے اور بڑے وسیع اختیارات رکھتے تھے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کا ابتدائی تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہو گیا اور یہ مطالعہ والہانہ عقیدت اور فدائیت کا باعث بنا۔ اس کتاب نے آپ کے اندر روحانی تموج پیدا کیا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بار بار بیعت لینے کی درخواست کی۔ لیکن حضور نے ان کو فرمایا کہ ابھی اذن الٰہی نہیں ہوا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کا اعلان فرمایا تو لدھیانہ کے مقام پر ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ نے بیعت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روحانی رشتہ قائم کر لیا۔ اس لحاظ سے آپ سابقون میں شامل ہوئے۔ آپ نے غسل کر کے بیعت کی تھی۔

(۲)

۱۸۹۱ء میں بمقام دہلی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو مباحثہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے ساتھ ہوا اس میں جو بارہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ ان میں سے آپ بھی ایک تھے

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے غیر معمولی عشق تھا۔ آپ حضور کے اشعار والہانہ انداز سے پڑھتے۔ آپ کی اس عقیدت وجذبہ کا ذکر حضور نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں یوں فرمایا ہے۔

"حبی فی اللہ میاں محمد خاں صاحب ریاست کپورتھلہ میں نوکر ہیں۔ نہایت درجہ کے غریب طبع، صاف باطن، دقیق فہم، حق پسند ہیں۔ اور جس قدر انہیں میری نسبت عقیدت و ارادت ومحبت و نیک ظن ہے میں اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ مجھے ان کی نسبت یہ تردد نہیں کہ ان کے اس درجہ ارادت میں کبھی کچھ ظن پیدا ہو بلکہ یہ اندیشہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔ وہ سچے وفادار اور جان نثار اور مستقیم الاحوال ہیں۔ خدا ان کے ساتھ ہو۔ ان کا نوجوان بھائی سردار علی خاں بھی میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے۔ یہ لڑکا بھی اپنے بھائی کی طرح بہت سعید و رشید ہے۔ خدا تعالےٰ ان کا محافظ ہو۔"

سنہ ۱۹۰۳ء یا سنہ ۱۹۰۴ء میں آپ بعارضہ دق بیمار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو منشی صاحب موصوف کے علاج کے لئے کپورتھلہ جانے کا ارشاد فرمایا مگر آپ اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکے۔ اور آپ عین عنفوان شباب میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۳۴ سال تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی وفات سے انتہائی صدمہ ہوا اور حضور نے الہاماً یہ بشارت دی کہ

"آپ کی اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔"

چنانچہ حضور کا یہ الہام یوں پورا ہوا کہ آپ کی جگہ پر آپ کے صاحبزادہ منشی عبدالمجید خان صاحب افسر اصطبل مقرر ہوئے اور بالآخر وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہو گئے اور اسی عہدے سے ہی وہ ریٹائر ہوئے اور ریاست میں ان کو بہت ہی عزت و احترام سے دیکھا جاتا۔ اور اہم شخصیتوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

"خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں۔"

(کشتی نوح)

جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف

کیا مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننا شرک ہے؟

[ایک صاحب نے مندرجہ ذیل سوال بھیجا ہے۔ اس سوال کا مفصل جواب اس مضمون میں درج ہے]

سوال

"حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مسیح زندہ ہیں پھر لکھا ہے مسیح کو زندہ ماننا شرک ہے۔ ثابت ہوا حضرت مرزا صاحب نے شرک کیا ہے۔ لیکن نبی پیدائش سے لے کر وفات تک شرک نہیں کرسکتا حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے حیاتِ مسیح کے زمانہ کو بھی اپنے دعوئے نبوت کے زمانہ میں شامل کیا ہے"

الجواب

اس سوال کے دو جواب عرض ہیں۔ ایک تحقیقی جواب دوسرا الزامی جواب۔ تحقیقی جواب میری طرف سے یہ ہے کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ فی نفسہٖ یعنی درحقیقت شرک نہیں۔ ہاں یہ عقیدہ کئی مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا موجب بن کر منجر الی الشرک ضرور ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا اس پر منجر الی الشرک ہونے کی وجہ سے مجاز مرسل کے طور پر شرک کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ یا شرک سے مناسبت رکھنے کی وجہ سے اس پر بطور استعارہ شرک کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جو مجاز کی ہی ایک صورت ہے۔

عیسائیوں نے حیاتِ مسیح کا عقیدہ اور ان کی آمدِ ثانی کا عقیدہ اختیار کر رکھا ہے اور مسلمانوں نے بھی اس عقیدہ کو اسی بنا پر مان رکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے آخری زمانہ میں اصالتاً نازل ہوں گے۔ عیسائیوں نے جب زور پکڑا تو ہزارہا مسلمانوں کو اس عقیدہ کی وجہ سے اسلام سے مرتد کرلیا اور وہ عیسائی ہوکر عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی کے قائل ہوگئے۔

عیسائیوں کے اس دلیل پر زور دینے سے پہلے حیاتِ مسیح اور ان کی اصالتاً آمدِ ثانی کا عقیدہ محض ایک اجتہادی غلطی کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن عیسائیوں نے اس عقیدہ کو جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی الوہیت کی دلیل کے طور پر استعمال کیا تو یہ عقیدہ ہزاروں مسلمانوں کے لئے منجر الی الشرک بن گیا۔ اور وہ اس عقیدہ کو صحیح ماننے کی وجہ سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی خدائی کے قائل ہوگئے۔

اب مشیتِ الٰہی نے اصلی راز سے پردہ اٹھا دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کی پیشگوئی کے بطور بروز مصداق ہیں یہ الہاماً واضح فرمایا کہ

"مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں خدا کے وعدہ کے موافق تو آیا ہے"۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عقیدہ کو پہلے لوگوں کی اجتہادی غلطی قرار دیا۔ اور اس کے منجر الی الشرک ہونے کی وجہ سے بطور مجاز مرسل اور استعارہ کے اس پر شرک کا اطلاق کیا۔ کیونکہ یہ عقیدہ شرک کا موجب بھی ثابت ہوا اور شرک سے اس کی مشابہت بھی واضح ہو گئی۔

چونکہ یہ عقیدہ فی نفسہٖ شرک نہیں بلکہ منجر الی الشرک بن گیا۔ اور عیسائیوں نے اسے ممد شرک بنا لیا اس لئے جو لوگ عیسائیوں کی دلیل سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی الوہیت کے مسلمانوں میں قائل نہ ہوئے تو وہ فی نفسہٖ اس عقیدہ کی وجہ سے مشرک نہیں۔ لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اوائل میں اس عقیدہ کو رسمی طور پر ماننے کی وجہ سے شرک کا الزام قائم نہیں ہو سکتا۔ ہم زیادہ سے زیادہ آپ سے اجتہادی غلطی کو ماننے کے فعل کا ارتکاب قرار دے سکتے ہیں اور اجتہادی غلطی فی الحقیقت شانِ نبوت کے منافی نہیں ہوتی۔ بلکہ بموجب اصول دین اجتہاد کرنے والے کو غلط اجتہاد پر بھی ایک حصہ ثواب ضرور ملتا ہے۔ گو صحیح اجتہاد پر دوہرا ثواب ملتا ہے۔ اجتہاد کرنے کا بھی اور اجتہاد کے صحیح ہونے کا بھی۔

اب اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے بیانات ملاحظہ فرمائیں۔ حضور تحفہ گولڑویہ میں علماء کو مخاطب کر کے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ مسلّم مسئلہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے تمام انبیاء کے افعال اور صفات نظیر رکھتے ہیں تا کسی نبی کی کوئی خصوصیت منجر بشرک نہ ہو جائے۔ اب بتلاؤ کہ ایک طرف تو نصاریٰ حضرت مسیح کی اس قدر لمبی زندگی کو ان کی خدائی پر دلیل ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب دنیا میں بجز ان کے کوئی بھی نبی زندہ موجود نہیں۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک مُردہ سمجھتے ہیں مگر مسیح کو ایسا زندہ کہ خدا کے پاس بیٹھا ہوا خیال کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ لوگ بھی حضرت عیسےٰ کو زندہ سمجھ کر قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہؓ کو خاک میں پھینک کر نصاریٰ سے ہاں میں ہاں ملا رہے ہو۔ اب سوچ لو کہ کس حالت میں امت محمدیہ پر کیا اثر پڑے گا۔ تم نے تو اپنے منہ سے اپنے تئیں لاجواب کر دیا اور پیچھے تدبر تو ادھر بھی

مخالف کی بات کو تقویت دیتے ہیں۔ غرض تمہارے لاجواب ہونے سے ہزاروں انسان مر گئے اور مسجدیں خالی ہو گئیں اور گرجے بھر گئے۔

اے رحم کے لائق مولویو! ابھی تو مسیح کے وجود سے نکل کر اس انقلاب پر نظر ڈالو جو اسلام پر آ گیا۔ خود غرضی کو دور کیجئے۔ برائے خدا ایک نظر دیکھئے کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ خدا نے جو مجھے بھیجا۔ اور یہ امور مجھ پر کھولے گئے۔ یہی آسمانی حربہ ہے جس کے بغیر باطل کا دفع کرنا ممکن ہی نہیں۔ اب ہر ایک مرتد کا گناہ آپ کی گردن پر ہے۔ جب آپ لوگ ہی قبول کریں کہ حضرت مسیح زندہ رسول اور حضرت خاتم الانبیاء مردہ رسول ہیں تو پھر لوگ مرتد ہوں یا نہ ہوں؟ پھر فرض کے طور پر اگر یہ اعتقاد دوبارہ دنیا میں آنے کا صحیح تھا تو کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتے اور بغیر نظیر کے تو ایسی خصوصیت سے شرک کو قوت ملتی ہے۔ اور ہرگز خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ ایڈیشن اول صفحہ ۷)

پھر آگے صفحہ پر تحفہ گولڑویہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"کیا اس کی کوئی نظیر بھی موجود ہے کہ بعض آدمی آسمان پر بجسدہ العنصری جا کر پھر دنیا میں آتے رہتے ہیں کیونکہ حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ چنانچہ جب لوگوں کو حضرت عیسٰی کے بے پدر ہونے پر اشتباہ ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے حضرت آدم کی نظیر پیش کر دی۔ مگر حضرت عیسٰی کے دوبارہ آنے کے لئے کوئی نظیر پیش نہ کی۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں۔ حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسٰی کا زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانا ان کی ایک خصوصیت ٹھہر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے۔ اور دوسرے اس لئے کہ اس بارہ میں سنت اللہ معلوم ہو کر ثبوت اس کا پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ سو جہاں تک مجھے علم ہے خدا اور اس کے رسول نے اس کی نظیر پیش نہیں کی۔"

تحفہ گولڑویہ کی ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر بجسدہ العنصری موجود ہونے اور دوبارہ ان کے اصالتاً بھیجا جانے کا عقیدہ ہی اس

کے علماء قرار دے رہے ہیں۔ اس کی کوئی نظیر موجود نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔ یہ عقیدہ منجر الی الشرک ہے۔ یعنی انسان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی منوانے کی دلیل بن کر اسلام سے مرتد کر کے ایسا عیسائی بنا سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح کی الوہیت کا قائل ہو کر شرک کرنے لگے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لیکچر میں جو احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے" کے عنوان پر قادیان کے جلسہ سالانہ میں دیا تھا فرمایا کہ

"ہاں اس میں شک نہیں کہ وفات مسیح کا مسئلہ اس زمانہ میں حیات اسلام کے لئے ضروری ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بات پر قادر ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسے امور کا سخت مخالف ہے جو دین کو ضرر پہنچانے والے ہوں۔ حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھی۔ مگر آج کل وہ اژدھا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑی اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے تو آدم سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرو۔ اور درحقیقت اگر یہ بات صحیح ہو جو عیسائی کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا اور عرش پر بیٹھا ہے تو اسلام کے واسطے ایک ماتم کا دن ہوتا۔ اسلام توحید کے واسطے آیا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی کمزوری باقی رہے۔ خدا تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے مگر کسی دوسرے کو خصوصیت دی جائے تو یہ امر خدا تعالیٰ کی شان میں فرق لاتا ہے۔ اس بات سے دھوکا نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ خدا تعالیٰ بے شک قادر ہے لیکن تمام جہان میں کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں ایک مبدأ شرک ہے۔ اور ایسے شخص کو گویا شریک باری ٹھہراتا ہے۔ جو مسلمان اس زمانہ میں یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ اب تک زندہ چلا آتا ہے وہ اسلام کے اندرونی دشمن اور مار آستین ہیں۔"

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے ص۲)

پھر آگے فرماتے ہیں:۔

"پھر یہ سوچنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنایا ہے اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے؟ سوائے اس کے کہ چالیس کروڑ انسان

مردہ پرست بن گیا پس پہلوں نے اگر وفات مسیح کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی (یعنی ان کو زندہ مانا تا قبل) تب بھی ان کو ثواب ہے کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے قد یخطی و یصیب. کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب. مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا اس میں بھی اسرار الٰہی ہے. خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا اور وہ غفلت میں رہے. خدا جب چاہتا ہے ایک بھید کو مخفی کرتا ہے. اور جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے.

ہاں اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالےٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھول دی ہے. اس وقت اسلام تنزل کی حالت میں ہے اور دن بدن عیسویت کا شکار ہوتا جاتا ہے ایسے ہی مسائل روز بروز لوگوں کے کانوں میں پھونک پھونک کر ان کو برگشتہ کیا جاتا ہے. خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں چاہا ہے کہ لوگوں کو متنبہ کر دے. ایک عیسائی سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر سب لوگ مل کر عقیدہ قائم کر لیں کہ حضرت عیسےٰ فوت ہو گئے ہیں. تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ عیسائیت دنیا سے نابود ہو جائے گی. تعجب ہے کہ عیسائی تو مسلمانوں کی گردن کاٹنے کے واسطے ہتھیار استعمال کرتے ہیں اور مسلمان بھی اپنی گردن کٹوانے کے واسطے ان کی امداد میں کھڑے ہو جاتے ہیں. ایسے وقت میں ان کی مثال یہی ہوتی ہے. ؎

یکے بر سر شاخ و بُن مے برید

(تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے ص۱۵-۶)

پس حیات مسیح کا عقیدہ فی نفسہ شرک قرار نہیں دیا گیا. بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے "منجر بہ شرک" "منجر الی الشرک" شرک کو قوت دینے والا یا گویا شرک قرار دیا ہے. لہذا کسی جگہ اس کو شرک لکھنا بطور مجاز کے ہوا. پرانے زمانہ میں یہ بعض علماء کی اجتہادی غلطی تھی جو رسمی طور پر جاری تھی. اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی الہام الٰہی کے ذریعہ وفات مسیح کا آپ پر انکشاف ہونے سے پہلے اسے رسمی طور پر ہی اختیار کر رکھا تھا. پس اس وقت اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک اجتہادی غلطی کی تھی جس پر ثواب ہی ملتا ہے. کیونکہ غلط اجتہاد پر ایک ثواب ملتا ہے اور صحیح اجتہاد پر دوہرا ثواب ملتا ہے. جب عیسائیوں نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی خدائی کی دلیل کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا. اور کئی مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے مرتد ہو کر حضرت عیسےٰ

علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہو کر عیسائی بننے لگے۔ اور اس عقیدہ نے مسلمانوں کے لئے ایک اژدہے کی صورت اختیار کر لی تو خدا تعالیٰ نے اپنی مشیت سے مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر الہام کے ذریعہ اس غلط عقیدہ کو دور فرمانے کے لئے آپ پر انکشاف فرمایا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو گیا ہے۔ اور اس طرح حیات مسیح کی اجتہادی غلطی کو دور فرما دیا جو مسلمانوں کے ایک طبقہ میں چلی آ رہی تھی۔ پس چونکہ حیات مسیح کا عقیدہ فی نفسہٖ شرک نہ تھا۔ بلکہ یہ عقیدہ ایک اجتہادی غلطی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر شرک کرنے کے ارتکاب کا الزام درست نہیں۔ یہ ہے میرا تحقیقی جواب۔

الزامی جواب اس سوال کا یہ ہے کہ معترضین علماء جو حیات مسیح علیہ السلام کے اس وقت بھی قائل ہیں وہ اس عقیدہ کو اس وجہ سے ہی قائل ہیں کہ وہ اسے شرک نہیں جانتے۔ اگر وہ اسے شرک جانتے ہوتے تو کبھی اس عقیدہ کے خود بھی قائل نہ ہوتے۔ لہٰذا اسی وجہ سے وہ خود بھی حیات مسیح کے عقیدہ کو شرک نہیں جانتے۔ انہیں اپنے اس عقیدہ کی رو سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اوائل میں حیات مسیح کا قائل ہونے کی وجہ سے شرک کرنے کا الزام دینے کا کوئی حق نہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے عقیدہ کی رو سے بھی شرک کے مرتکب ہونے کے الزام سے پاک ہیں۔ فھذا ھو المرام

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خوارقِ عادت تبدیلی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خوارقِ عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خوارقِ عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ۔ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں اور اپنے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و صفا دکھلاؤ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۲، ۲۳)

جناب غلام رسول صاحب اعوان ناظم انصار اللہ ڈیرہ غازیخان

فرمودات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

نجات کی راہ

حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ نجات کیا ہے اور کیسے ہوگی؟ حضور نے فرمایا۔ امسك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك على خطيئتك

۱۔ یعنی پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ زبان قابو میں رکھو۔ یعنی زبان سے جب کوئی بات کہو تو اس امر کا خیال رکھو کہ کہیں اس سے کسی کی دل آزاری تو نہیں ہو رہی یا کسی کی تحقیر تو نہیں ہو رہی جاننا چاہیئے کہ کسی کے متعلق جھوٹ بولنا یا کسی پر الزام لگانا یا کسی کی تحقیر کرنا بدترین گناہ ہیں اور قابل مواخذہ ہیں اور یہ سب گناہ زبان کے ذریعہ سے ہی سرزد ہوتے ہیں۔ اسلام انسان کی عزت و آبرو کا محافظ ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب انسان کی عزت کی اتنی حفاظت نہیں کرتا جتنی کہ اسلام۔ اس لئے زبان سے کسی کی دلآزاری یا کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرنا اسلام کی نظر میں سخت بُرا ہے زبان کی تھوڑی سی لغزش انسان کو بہت بڑی سزا کا مستوجب بنا دیتی ہے۔ اس لئے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کو نصیحت کرتے ہوئے سب سے پہلے زبان کو قابو میں رکھنے کی تلقین فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی دلآزاری نہ کرو۔ کسی پر تہمت نہ لگاؤ جھوٹ نہ بولو۔ اچھی باتیں کہو اور اسی زبان سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو زبان اس لئے بخشی ہے کہ وہ اس سے اپنے مطلب کا اظہار کرے۔ نہ یہ کہ اس سے کسی کی تحقیر کرے یا فحش گوئی کرے۔ دنیا میں کوئی چیز اللہ تعالےٰ نے خراب نہیں بنائی۔ لیکن اس کا بُرا استعمال اسے بُرا بنا دیتا ہے۔ یہی زبان ہی تو ہے جس سے انبیاء اور اہل اللہ نے لوگوں کی اصلاح کی۔ اور وہ با اخلاق اور باخدا انسان بن گئے۔ مگر اس کے برعکس اس زبان کی لغزش کے طفیل ملک سے ملک قوم سے قوم اور افراد سے افراد الجھ گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسانی نفس کسی کی نا روا تنقید کو برداشت نہیں کرتا۔ فوراً بھڑک

اُٹھتا ہے۔

پس دنیا میں بیشتر جرائم اس زبان کے ناواجب استعمال ہی سے سرزد ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تلوار کا زخم جسم پر لگتا ہے اور مندمل ہو جاتا ہے۔ لیکن زبان کا زخم دل پر لگتا ہے۔ اور ہمیشہ ہرا رہتا ہے۔ اس لئے سرکار دو عالم نے فرمایا۔ کہ ایسا اشارہ بھی حرام ہے۔ جس سے کسی کی تحقیر ہوتی ہو۔

یہ صحیح ہے کہ اگر گفتار نرم ہو اور تنقید صحت مندانہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ کسی کو اشتعال آئے۔ خواہ وہ مخالف نظریہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ پس ضروری ہے کہ انسان اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص سوچ کر بات نہیں کرتا۔ وہ جواب سنکر رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زبان سے کسی پر زیادتی کرو گے۔ تو تم خود دکھ میں پڑ جاؤ گے۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا میں سب سے زیادہ محتاج مخلوق ہے۔ دوسرے جاندار خوراک اور رہن سہن میں ایک دوسرے کے محتاج نہیں۔ مگر انسان دوسرے انسانوں کی مدد کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ جب اس کی بیچارگی کا یہ عالم ہے۔ تو اسے دوسروں کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ وہ ایسی طرز سے زندگی گزارے۔ کہ اس کی جانب سے نوع انسانی کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ارشاد نبوی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے۔

اللہ تعالےٰ جہاں نکتہ نواز ہے نکتہ گیر بھی ہے گستاخی اور بے ادبی کی بات کو فوراً پکڑ لیتا ہے اور اس کا غضب اسے اسی دنیا میں سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ ایک شخص ثعلبہ نامی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے رزق فراخ عطا کرے تاکہ میں خوشحال زندگی بسر کروں۔ حضور نے فرمایا کہ اگر رزق وافر ملے تو انسان بہت سی ذمہ داریوں کے نیچے آجاتا ہے۔ جنہیں وہ پوری طرح ادا نہیں کر سکتا اس لئے گنہگار ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی خواہش نہ کرو۔ کہنے لگا حضور میں تمام واجبات پوری طرح ادا کروں گا۔ حضور نے دعا فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد ثعلبہ کو مال میں فراوانی نصیب ہوئی۔ مویشی بڑھ گئے۔ اور وہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں چلے گئے۔ مال مویشی کی کثرت نے انہیں اور زیادہ مشغول کر دیا اور اب وہ نماز [illegible] کرنے لگے کبھی کبھی نماز جمعہ کے لئے مدینہ چلے جاتے۔ حضور نے ایک بار زکوٰۃ کی وصولی کے لئے ثعلبہ کے پاس اپنے آدمی بھیجے۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ اچھا حضور نے اب ہم پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔ حضور کو جب یہ جواب پہنچایا گیا۔ تو حضور نے فرمایا ثعلبہ تو ہلاک ہو گیا۔ ثعلبہ تو ہلاک ہو گیا۔ بعد میں جب ثعلبہ زکوٰۃ کے مویشی لاتا تو حضور اسے واپس کر دیتے۔ اور زکوٰۃ قبول نہ فرماتے۔ وہ روتا ہوا [illegible] چلا جاتا۔ تو بجتے یہاں تک پہنچی کہ اس کا

تمام مال جاتا رہا اور وہ قلاش ہو گیا لیکن خدا اور اس کے رسول نے اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔ اس کے منہ سے جو ایک لفظ بے ادبی کا نکل گیا اس کے ایمان اور مال کو ضائع کر گیا۔ پس اس بات میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲۔ دوسری نصیحت جو حضور نے فرمائی وہ یہ تھی کہ تم کچھ وقت اپنے گھروں میں گزارو۔ اس کے کئی فائدے ہیں۔ مثلاً

۱۔ آپ کی موجودگی سے اہل خانہ اور اولاد کی تربیت ہوگی۔ آپ کی اچھی عادات کا خاندان کے افراد پر اثر پڑے گا اور جو کچھ آپ کریں گے ان سے اہل خانہ متاثر ہوں گے۔ اگر وہ نمازوں میں سست ہیں تو آپ کی موجودگی انہیں نمازوں کی طرف مائل کرے گی۔

۲۔ گھر میں لڑائی جھگڑے کی فضا پیدا نہ ہوگی۔ چھوٹے بڑے لحاظ کریں گے۔

۳۔ اہل خانہ سے تعلق پیدا ہوگا۔ اور آپ ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹا سکیں گے۔ اس کے نتیجہ میں آپس میں محبت بڑھے گی۔ اور آپ کی بیوی سمجھے گی کہ یہ سچا رفیق زندگی ہے۔

۴۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کا جو وقت باہر گپوں اور فضول باتوں میں ضائع ہوگا وہ بچ جائیگا۔ پھر وہ مفید کاموں میں صرف ہوگا اور نیکی میں شمار ہوگا۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ گھر پر بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ نوجوان دفتر یا کاروبار سے فارغ ہو کر کسی ہوٹل کی راہ لیتے ہیں۔ جہاں خوش گپیوں اور چائے نوشی میں وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اس عادت کو دیکھ کر گھر والوں پر جو اثر ہوگا وہ تو ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل عائلی زندگی سخت بدمزہ ہے۔ آج کا انسان خوش زندگی گزارنے کے لئے سکون ڈھونڈتا ہے۔ مگر وہ لغویات میں کہاں؟ لہو و لعب کا نتیجہ تو دکھ ہیں۔ چونکہ انسان نے غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس لئے نہ اسے گھر پر راحت ملتی ہے۔ اور نہ باہر۔ اس لئے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم کچھ وقت اپنے گھروں میں گزارو۔ بچوں کی تربیت کرو۔ اہل خانہ کی مدد کرو۔ اگر گھر کا ماحول خوشگوار ہو تو ذرا سی توجہ سے اولاد کی طبیعت نیکی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔

۳۔ تیسری اور آخری بات حضور نے یہ فرمائی کہ اپنی خطاؤں پر رویا کرو چونکہ انسان خطا اور نسیان کا پتلا ہے اس لئے اس کا نفس اسے گناہ کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ اور اس سے ہر وقت لغزش سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ لہذا اسے چاہیئے کہ وہ اپنے گناہوں پر ہر وقت نظر رکھے اور نادم ہو کر اپنے رب سے معافی طلب کرتا رہے۔ توبہ اور استغفار کو اپنا معمول بنالے .... حدیث قدسی میں ہے

کہ اللہ تعالیٰ کو گنہگاروں کا رونا اور گڑگڑانا عابد لوگوں کی تسبیح سے زیادہ پسند ہے۔ پس رونا اپنا شعار بنالو اور عاجزی کو لازم کرلو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور سب گناہ بخشے جاتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

سلیقہ نہیں تجھ میں رونے کا ورنہ ۔ بڑے کام کا ہے یہ آنکھوں کا پانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر کسی کو چالیس دن تک رونا نہ آئے تو سمجھے کہ اس کا دل سخت ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کی فکر کرے۔ دنیا میں بھیجنے سے پہلے خدا تعالیٰ نے انسان کو جو سبق دیا تھا وہ یہی تھا کہ گناہ اور خطا کے بعد اعتراف گناہ، ندامت اور پشیمانی کا اظہار کرے۔ لہٰذا اسے چاہیئے کہ یہ سبق ہمیشہ یاد رکھے۔ اور یہ سچ ہے کہ اپنے رب کے حضور رونے سے نہ صرف گناہ دھوئے جاتے ہیں۔ بلکہ روح کو فرحت اور انبساط بھی ملتا ہے۔

جو سچی بیعت کرتا ہے میری روح اس کی شفاعت کرےگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی۔ سو اے سے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔"

(کشتی نوح صفحہ ۳۰-۳۱)

جناب مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

نہ تیری بات سے دل ہو کبھی کسی کا ملول

جہاں میں کاش محبت ہو زندگی کا اصول ؎ ہر اک پہ لطف و کرم ہر بشر کا ہو معمول

جس آدمی کو نہ کچھ پاسِ آدمیت ہو ؎ نہ ہوگا بارگہِ حق میں وہ کبھی مقبول

ہمیں سکھایا ہے اسلام نے کہ اہلِ جہاں ؎ سبھی ہیں گلشنِ ہستی کے خوبصورت پھول

مرے خدا کی نظر میں بشر ہیں سب یکساں ؎ اگرچہ کوئی ہے معقول کوئی نامعقول

گزار عیش و مسرت میں زندگی بے شک ؎ مگر خدا کو کسی حال میں نہ ہرگز بھول

خدا کی یاد سے غافل نہ دل ترا ہو کبھی ؎ نہ اس میں کوئی تغافل ہو اور نہ کوئی ذہول

جو ہو سکے تو ہمیشہ رہے یہ مدِ نظر ؎ نہ تیری بات سے دل ہو کبھی کسی کا ملول

ہو دوسروں سے سدا عفو و درگذر کا سلوک ؎ جو ہو ہی جائے کسی سے کوئی خطا یا بھول

پکارتا ہے زمانہ زبانِ حال سے آج ؎ کہ آ چکا ہے خدا کی طرف سے کوئی رسول

مسیحؑ و مہدیٔ دوراں کا ہے یہ دورِ جلیل ؎ سعید روحیں اسے دل سے کر رہی ہیں قبول

جناب مولوی بشارت احمد صاحب بشیر

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا حُلیہ

یسوع مسیح کا حُلیہ اور قد و قامت کیا تھا؟ اناجیل اربعہ نے اس بارہ میں کوئی معلومات فراہم نہیں کیں۔ یسوع مسیح کے سوانح نگاروں نے اناجیل کے چند فقرات کو ترتیب دے کر آپ کے حلیہ اور شبیہ کو معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو یقیناً غیر یقینی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں کی ہر قوم نے اپنے رنگ میں یسوع مسیح کے مجسمے بنائے ہیں۔ یورپین اقوام نے انہیں اپنے خدوخال پر ڈھالا ہے۔ تو افریقیوں نے اسے سیاہ فام ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مشرقی اقوام نے انہیں کسی اسرائیلی نبی کے روپ میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک مسیحی رقمطراز ہے

"جب ہم مسیح کے تفصیلی سوانح حیات کو متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم دیکھ کر مبہوت اور مایوس ہوئے بغیر نہیں رہتے کہ اس بارہ میں ایسی معلومات بہت کم دستیاب ہیں جنہیں حتمی قرار دیا جائے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے کیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ عہد نامہ جدید تمام تر مسیح اور اس کی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہے لیکن اس میں ان کے خدوخال اور جسمانی بناوٹ کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ایک دفعہ کار فائل نے کہا تھا کہ

"اگرچہ میں غریب شخص ہوں تاہم اگر مسیح کا ٹھیک ٹھیک اور صحیح جسمانی حلیہ فراہم ہوسکے تو میں بخوشی اپنے کل اثاثہ کا ایک تہائی اس کے عوض میں دینے کو تیار ہوں۔ اگر سنگ مرمر کے بُت تراشنے والے ابن آدم کا ہو بہو مجسمہ تراش دیتے . . . . . . اور ہم پر یہ آشکار کر دکھلاتے کہ وہ کس حلیہ کا انسان تھا قد کتنا تھا جسمانی ساخت کیا تھی چہرے کے خدوخال کیسے تھے تو میں قرنہا قرن کے اس سب سے قیمتی ورثہ پر اس بُت تراش کے لئے سراپا سپاس بن جاتا۔"

اور بھی لاتعداد انسان ایسے ہیں جو یہ جاننے کی تمنا کر رہے ہیں کہ وہ کونسی انسانی صورت تھی جس میں مسیح آج سے انیس سو سال پہلے لوگوں کے درمیان چلتا اور

گھومتا ہوتا تھا لیکن ان کی یہ تمنا کبھی پوری نہ ہو سکے گی۔ وہ لوگ جو ایک ایسی ٹائم مشین ایجاد ہونے کی تمنا کو اپنے سینوں میں پالتے چلے آ رہے ہیں جو صدیوں کے طویل زمانہ کو واپس لا کر ہمیں مسیح کے دور میں خود اس کے اوپر و ہیجاد سے جلد ہی مایوسی سے دوچار ہوتے چلے جائیں گے۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے اور رہے گا کہ لوگ اپنے اپنے تخیل مسیح کو مختلف شکلوں اور روپوں میں دیکھتے چلے جائیں گے۔ بعض کے ذہنوں پر ایک مجسم شرافت، کمزور، نرم خو، اور نیکوں اور بھیڑوں میں گھرے ہوئے انسان کے روپ میں مسیح کی شبیہ مرتسم رہے گی جس سے بالعموم بچوں کے تربیتی کمروں کی دیواریں مزین ہوتی ہیں باقی لوگ اسے اپنے تخیل میں ایک تنومند سرخ ڈاڑھی والے نبی کے روپ میں دیکھتے رہیں گے جو فلسطین کی پہاڑیوں میں گھومتا پھرتا یروشلم کی جانب محو سفر ہو۔

(The Religion of Man by Hoston Simth Newyork (U.S.A.)

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ماہرین فن مصوری نے جن خدوخال میں یسوع مسیح کو پیش کیا ہے وہ ان کے اپنے اپنے تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ آپ کا قد و قامت کیسا تھا۔ آپ کی عمر کیا تھی۔ کیا آپ حسین تھے یا نہیں۔ ان جملہ امور کے بارہ میں عیسائی علماء کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی عالم (Rendel Harris) رینڈل ہارس نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ "کیا یسوع مسیح پست قامت تھے؟ اور وہ اپنے اس دعوے کی دلیل میں عہد جدید کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں۔

"زکائی نام ایک آدمی تھا ...... وہ یسوع کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن بھیڑ کے سبب سے دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے کہ اس کا قد چھوٹا تھا پس آگے دیکھنے کے لئے آگے دوڑ کر ایک گولر کے پیڑ پر چڑھ گیا۔ (لوقا ۱۹/۳)

اس حوالہ سے یہ تو واضح نہیں ہوتا کہ مسیح علیہ السلام کا قد چھوٹا تھا۔ اگر آپ کوتاہ قامت ہوتے تو دوسروں کو بھی آپ کے دیکھنے میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا اور انجیل نویس کسی نہ کسی طور میں ان کا ذکر کرتے۔ ان کا ایسا نہ کرنا بتاتا ہے کہ یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ آپ کوتاہ قامت تھے سراسر غلط ہے۔

۲۔ آپ کی عمر کے بارے میں بھی عیسائی علماء متفق الرائے نہیں ہیں۔ ایک عیسائی عالم [illegible]

(A. T. Olmstead) کے نزدیک یسوع مسیح کی پیدائش بیس سال قبل مسیح واقع ہوئی اور بعثت کے وقت آپ کی عمر ۵۰ سال کے لگ بھگ تھی جبھی تو یہودی آپ کو کہتے تھے۔

"تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی نہیں۔ پھر کیا تو نے ابراہام کو دیکھا ہے"

(یوحنا ۸/۵۷)

یسوع مسیح کا حلیہ۔

۳۔ آپ کے حلیہ اور شبیہ کے بارہ میں عیسائی علماء کے مابین اختلاف چلا آرہا ہے۔ چنانچہ آبائے کلیسا میں سے ترتلیان (TERTULLION) اور اوریجن (ORIGEN) کے نزدیک آپ ہرگز خوبصورت نہ تھے اور وہ اپنے اس دعوے کی دلیل میں عہدنامہ قدیم کا یہ حوالہ پیش کرتے ہیں

"..... پر وہ اس کے آگے کونپل کی طرح اور خشک زمین سے جڑ کی مانند پھوٹ نکلا ہے۔ نہ اس کی شکل و صورت ہے نہ خوبصورتی اور جب اس پر نگاہ کریں تو کچھ حسن و جمال نہیں کہ ہم اس کے مشتاق ہوں۔" (یسعیاہ ۵۳/۲)

عیسائیوں کے پاس یسوع مسیح کی زندگی کے واقعات مکمل نہ ہونے کے باعث ان اختلافات نے جنم لیا ہے۔ قرآن مجید ہمارے لئے ان امور کے متعلق اصولی راہنمائی فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (آل عمران)

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فرما کر اپنے لوگوں کا بھی رد فرما دیا ہے جو انہیں بدصورت کہتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ صاحب وجاہت تھے اور فی الْآخِرَةِ کہہ کر ان یہودیوں کا رد فرمایا جن کا عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر مر کر ملعون قرار پائے تھے (نعوذ باللہ)

چنانچہ اس کی تائید میں کہ آپ صاحب وجاہت اور خوبصورت تھے دو اقتباس پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو وہ خط ہے جو پبلیس لینٹولس گورنر علاقہ یہودیہ فلسطین کا ہے جو اس نے یسوع مسیح کے بارہ میں شہنشاہ قیصر یہ طبرس (TEBIRIUS) کو لکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

"اس شخص کا قد شریفانہ اور پر عظمت ہے۔ اس کی شکل و صورت بہت حسین اور وجیہ ہے اس میں ایسی ہیبت اور جلال ہے کہ جو کوئی اس کی طرف نظر کرتا ہے وہ بے ساختہ اس کی مدح سرائی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس کے بال کالی پختہ شاہ بلوط کی طرح سیاہ رنگ کے ہیں۔ کانوں سے ملے کر نیچے کی طرف کندھوں تک ان کا رنگ خاکستری سے رنگ الا

یہ خاص چمک دمک ہے اور ناصری لوگوں کی طرح یہ بھی سر کے درمیان مانگ نکالتا ہے ...... اس کی ریش گھنی اور سر کے بالوں کی طرح لمبی ہے اور درمیان میں منقسم نہیں ہے۔"

(JESUS DIED IN KASHMIR BY FABER KAISER)

دوسرا خط پیلاطوس کا ہے جس کی عدالت میں یسوع مسیح پر آخری مقدمہ چلایا گیا تھا جس میں یہودیوں کے اصرار پر آپ کو صلیب کی سزا سنائی گئی تھی۔ پیلاطوس بھی یہودیہ کے علاقہ کا گورنر تھا اور وہ پبلیس لینٹولس کے بعد دوسرا گورنر مقرر ہوا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

" بخدمت ٹائبیریس سیزر

گلیل میں ایک نوجوان ہے جو اپنے کو خدا کا فرستادہ ظاہر کرتا ہے۔ عجز و انکسار کی آئینہ دار ایک نئی شریعت کی تعلیم دیتا ہے۔ شروع شروع میں مجھے یہ گمان گزرا کہ اس کا ارادہ اہلِ روما کے خلاف لوگوں کو بغاوت پر اکسانا ہے۔ لیکن میرا یہ شک جلد ہی دور ہو گیا۔ ناصرکا یسوع اپنی باتوں سے یہودیوں سے کہیں بڑھ کر اہلِ روما کا دوست نظر آتا ہے۔

ایک دن میں نے ان لوگوں کے گروہ کے درمیان ایک نوجوان کو دیکھا وہ ایک درخت کے تنے کے سہارے کھڑا بہت نرم لہجے میں اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں سے مخاطب کر رہا تھا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ یسوع ہے۔ اس کا یسوع ہونا اس قدر بدیہی نتیجہ تھا کہ اس کے خوشنما بالوں اور خوبصورت ڈاڑھی نے اسے ایک مقدس مآب شخصیت سے ہمکنار کر رکھا تھا۔ عمر اس کی کوئی تیس سال کے قریب تھی۔ ایسا شگفتہ اور پرکشش چہرہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کتنا عظیم فرق تھا اس خوش رنگ چہرے والے انسان اور سیاہ داڑھیوں والے ان لوگوں میں جو اس کے گرد کھڑے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ چونکہ میں اس کی باتوں میں مخل نہیں ہونا چاہتا تھا اس لئے میں اپنی راہ چلتا گیا۔ تاہم میں نے اپنے سیکرٹری کو ہدایت کی کہ وہ لوگوں میں شامل ہو کر اس کی باتیں سنے۔ بعد میں میرے سیکرٹری نے مجھے بتایا کہ اس نے فلاسفروں کی کتابوں میں بھی ایسی باتیں نہیں پڑھیں جو یسوع کی تعلیمات کے مقابلہ میں ان کے پاسنگ بھی ٹھہر سکیں۔ اس نے مجھے یہ بتایا کہ یسوع نہ تو لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور نہ اسے اہل روما کے خلاف آواز اٹھانے والا

قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے تحفظ دینے کا فیصلہ کیا۔ اسے یہ آزادی دی گئی ہے کہ وہ جس تعلیم پر چاہے عمل کرے۔ لوگوں میں اس کا پرچار کرے اور انہیں اپنے گرد جمع کرنے کے لئے بلاتے۔ یہ غیر محدود آزادی یہودیوں کو مشتعل کرنے کا موجب بنی اور وہ غصّے سے بھر گئے۔ غریب طبقوں میں تو اس کا کوئی مخالف ردِ عمل ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن متمول اور ذی مقدرت لوگ بھڑک اٹھے۔

کچھ دنوں بعد میں نے یسوع سے بالمرغام ملاقات کرنے کی خواہش کی وہ ملاقات کے لئے حاضر ہوا جب ناصرہ کا وہ نوجوان آیا تو میں صبح کے وقت ہوا خوری میں مصروف تھا۔ جونہی اس پر میری نظر پڑی میرے پاؤں زمین میں گڑ کر رہ گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں پڑی ہیں۔ جن کی زنجیروں کو سنگِ مرمر کے فرش کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ میں ایک گنہ گار مجرم کی طرح سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا اپنی جگہ سے حرکت کئے بغیر میں نے اس غیر معمولی شخص کا جائزہ لیا اور اسے پرکھنے کی کوشش کی۔ اس کی وضع قطع اور کردار میں کوئی جھول نظر نہ آیا۔

اس کی موجودگی میں میں نے اپنے دل میں اس کے لئے عزت و احترام کا شدید جذبہ محسوس کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کی شخصیت بہت پُر اثر اور سادگی سے مزین تھی جس کی وجہ سے وہ موجودہ دور کے فلسفیوں اور دانشوروں سے ممیز و ممتاز نظر آ رہا تھا۔ اپنے خوش آئند اطوار، سادگی، عجز و انکسار اور جذبۂ محبت کی وجہ سے اس نے ہمیں بے حد متاثر کیا۔

اے بادشاہ عالی جاہ! ناصرہ کے یسوع کے یہ ہیں احوال جو کہ الفت جن سے میں آپ کو بروقت مطلع کر رہا ہوں۔

آپ کا تابعدار غلام "پنطیس پیلاطوس"

یہی وہ پیلاطوس حاکم ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "مسیح ہندوستان میں" لکھا ہے کہ وہ آپ کا پوشیدہ ہمدرد تھا اور یسوع کو صلیبی کی موت سے بچانے کے لئے اس نے اچھا خاصہ کردار ادا کیا تھا بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ یہودیوں کی شکایت پر قیصر روم نے پیلاطوس کو معزول کر کے قید میں ڈال دیا اور یہودیوں کی مشتعل طبائع کو دبانے کی خاطر اس نے پیلاطوس کو تختہ دار پر لٹکا دیا تاکہ

باز آجائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسا کہ بخاری کتاب بدء الخلق میں مذکور ہے مسیح موسوی کا حلیہ بیان فرمایا ہے۔

فَاَمَّا عِیْسٰی فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِیْضُ الصَّدْرِ کہ عیسےٰ جو موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ تھے وہ سرخ رنگ گھنگھریالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے

اور محمدی سلسلہ کے مسیح کے بارے میں فرمایا۔

"فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبِطُ الشَّعْرِ کہ وہ گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والے ہیں"

جماعت احمدیہ کو یسوع مسیح کی شبیہ معلوم کرنے میں چنداں مشکل نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر دو مسیحوں کا حلیہ بیان فرما کر یہ بتایا ہے کہ وہ ہم شکل و شبیہ ہوں گے۔ صرف فرق ان کے بالوں اور رنگت کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قد ۵ فٹ ۷ انچ تھا۔ اور حضرت یسوع مسیح کا قد بھی اتنا ہی تھا جیسا کہ کفن مسیح کی چادر سے عیاں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اَنْتَ اَشَدُّ مُنَاسَبَۃً بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَ اَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ خُلْقًا وَّ خَلْقًا وَّ زَمَانًا

کہ آپ عیسےٰ ابن مریم سے شدید مناسبت رکھتے ہیں اور ان سے اخلاق جسمانی بناوٹ اور زمانہ کے لحاظ سے ان سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

(ازالہ اوہام حصہ اوّل روحانی خزائن صـ۱۶۵)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھ کر حضرت عیسےٰ کی شبیہ مبارک کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ اس کی تائید یہودیوں میں مشہور ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جیوش انسائیکلو پیڈیا زیر لفظ [illegible] میں لکھا ہے۔

یہودیوں میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے کہ موسےٰ کی طرح مسیح بھی اپنے ظہور کے بعد ۹۰ دن غائب رہے گا۔

مذہبی کتب کی اصطلاح میں ایک دن سے ایک سال مراد ہوتا ہے تیس سال میں آپ نے دعوےٰ نبوت کیا اور ۹۰ سال بقیہ زندگی کے ایام کشمیر کی وادی اور اس کے گرد و نواح میں گزار کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور سرینگر کشمیر کے محلہ خانیار میں دفن ہوئے۔ سَلَامٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ

یک روزہ تربیتی اجتماع انصار اللہ ضلع شیخوپورہ

ہمارا سالانہ اجتماع انصار اللہ بعد منظوری مرکز ۳۰-۷-۷٦ بروز جمعہ بمقام مسجد احمدیہ جہانگیر آباد شیخوپورہ منعقد ہوا۔ خاکسار نے خود چند بڑی بڑی مجالس کا دورہ کیا تا کہ یہ اجتماع ہر لحاظ سے کامیاب رہے۔ مکرم امیر صاحب ضلع کی لندن سے چٹھی وصول ہو چکی تھی کہ انصار اللہ کے اجتماع کا فوری انعقاد کیا جائے۔ اس کے علاوہ مربیان اور معلمین سلسلہ نے بھی اس اجتماع کو کامیاب بنانے میں کافی تعاون کیا۔ تمام جماعتوں کے پریذیڈنٹوں اور عہدہ داروں کو چٹھیاں بھی لکھی گئیں جس میں اجتماع کی اہمیت اور انصار کو زیادہ سے زیادہ اس میں شرکت کی تلقین کی گئی۔ الحمد للہ تقریباً تمام مجالس کے احباب نے اس اجتماع میں شریک ہو کر روحانی فائدہ حاصل کیا۔

چونکہ ضلع شیخوپورہ میں جناب ڈپٹی کمشنر صاحب کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ تھا اس لئے مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب نے انتہائی دوڑ دھوپ کر کے ۲۹-۷-۷٦ کو ۲ بجے منظوری حاصل کر لی۔ دور دراز سے آنے والے احباب کو جو کہ صبح ۸ بجے سے پیشتر مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ انہیں چائے اور ناشتہ دیا گیا۔ مرکز سے مندرجہ ذیل علماء تشریف لائے۔

۱۔ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد
۲۔ „ مولانا سید احمد علی شاہ صاحب
۳۔ „ صوفی بشارت الرحمٰن صاحب

اجلاس کا آغاز ٹھیک ۹ بجے تلاوت قرآن پاک سے حکیم مرغوب اللہ صاحب نے کیا۔ بعدہ خاکسار نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ اس وقت مسجد میں حاضرین کی تعداد ۶۲۵ کے قریب تھی۔ مکرم مولوی ظفر احمد صاحب سرور مربی سلسلہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے" نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں مربی سلسلہ نے انصار اللہ کی ذمہ داریوں پر تقریر کی اور احباب کو توجہ دلائی کہ وہ اپنی نسلوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔

پھر مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے قرآن مجید کے حوالوں، احادیث اور دیگر بزرگوں کی کتب سے ثابت کیا کہ جس طرح

شانِ مصطفٰےؐ عظیم الشان ہے۔ اسی طرح فیضانِ مصطفٰےؐ بھی عظیم الشان ہے۔ اور جو مشن خدا تعالیٰ نے اپنے ماموریت کے سپرد کیا ہے وہ بہر حال پورا ہوتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور مشکلات کی تفصیل بتائی۔ حضور نے فرمایا کہ میرے صحابہ نجوم کی طرح ہیں۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اس کے بعد جناب اقبال احمد صاحب نجم مربی سلسلہ نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور مکرم مولوی ظفر احمد صاحب سرور نے "فضائل قرآن" کے موضوع پر احباب کو تلقین فرمائی اور قرآن مجید کی تلاوت التزام سے کرنے پر زور دیا۔

ساڑھے گیارہ بجے سے ۱/۲ ۱ بجے تک سب حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔ کراکری کا سب سامان ہمارے ایک نہایت مخلص غیر از جماعت دوست مکرم عبد الرشید صاحب (رشید ٹینٹ ہاؤس شیخوپورہ) نے مفت دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔

خطبہ جمعہ پونے دو بجے شروع ہوا جو کہ مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے "خلافت کی برکات، وابستگی" پر دیا۔ جس میں حضور پُر نور کی بابرکت ذات کے نتیجہ میں رونما ہونے والے انقلابات کا ذکر فرمایا نیز تبلیغ کو جالیت کے فتنہ کی بیخ کنی اور شکست کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوششیں اور یورپ میں صلیبی کانفرنس کا انعقاد اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں۔ اس لئے احباب خلیفۂ وقت کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ قربانیاں پیش کریں۔

اجلاس دوم } اجلاس دوم کی صدارت مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نے کی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم قاری عاشق حسین صاحب نے کی، نظم مکرم شیخ گلزار احمد صاحب نے پڑھی۔ بعد ازاں خاکسار نے انصار اللہ کی کارگزاری کا جائزہ لیا۔ نیز ماہنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔

اس کے بعد مکرم صوفی بشارت الرحمن صاحب نے "اسلام کے غلبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدے" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ نے سورۃ الفجر کی تفسیر فرمائی اور تفسیر کبیر کے حوالہ سے اسلام کے غلبہ کے سالوں کا تعین کیا۔

آخر میں مکرم دوست محمد صاحب شاہد نے "مسیح کی صلیبی موت سے نجات" کے موضوع پر تقریر فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی غرض بیان فرمائی۔ پھر انجیل اور قرآن مجید کی رو سے ان کی ہجرت کی تصدیق کی۔ اختتام پر مکرم سید احمد علی شاہ صاحب نے دعا کرائی اور یہ جلسہ ۵ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

ملک لطیف احمد سرور ناظم انصار اللہ ضلع شیخوپورہ

منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات کے حلقہ ب کا

دو روزہ اجتماع

نظامت ضلع گجرات کے حلقہ منڈی بہاؤالدین کے (حلقہ ب) کا دو روزہ اجتماع (منعقدہ ۲۶/۸/۷۸، ۲۷/۸/۷۸ بمقام چک نمبر ۲۰) محترم سید محمد احمد شاہ صاحب جنرل منیجر شاہ تاج شوگر ملز نگران حلقہ مجلس انصار اللہ ضلع گجرات کے نمائندہ محترم صوبیدار بدر عالم صاحب کی کوشش کے نتیجہ میں چک نمبر ۲۰ کی مسجد احمدیہ میں ۲۶؍ کو بعد نماز عصر ۵ بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم خاکسار نے کی۔ اس کے بعد صدر صاحب نے انصار اللہ کا عہد دہرایا اور نظم عزیزم حسن مقصود صاحب آف مونگ (ضلع) نے خوش الحانی سے پڑھی۔ اس کے بعد محترم مولوی محمد اسحاق صاحب نمائندہ مرکز نے مولانا جلال الدین صاحب قمر کی صدارت میں تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ جس ایمان کے متعلق حضور نے فرمایا تھا کہ امام مہدی علیہ السلام ثریا سے ایمان کو واپس لائے گا۔ وہ ایمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت میں پیدا کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرزندانِ احمدیت میں سے اکثر اسلام کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر کے بیرون ملک بہت ہی کم خرچ پر بیوی بچوں کی پرواہ کئے بغیر چلے گئے ہیں۔ اور اسلام کی تبلیغ میں دن رات مصروف ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی ترقی اور فتح احمدیت کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے۔

اس کے بعد دوسری تقریر مولوی محمد طفیل صاحب مربی سلسلہ (منڈی) کی تھی۔ آپ نے "شانِ خاتم النبیین" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ آپ نے لفظ خاتم کے چار معنی لغوی، حقیقی، مجازی اور عرفی وغیرہ بتلائے۔ نیز بتایا کہ حضور کی اطاعت سے امت میں چار درجے مل سکتے ہیں۔ اور وہ چار درجے یہ ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح

اس کے بعد دوسرا اجلاس رات کے ۹ بجے شروع ہوا۔ شام کے بعد کافی بارش ہو چکی تھی۔ اس لئے یہ اجلاس علماء کی منظوری سے خاکسار کی صدارت میں ہوا۔ اس میں پہلی تقریر محترم محمد اسلم صاحب ارشد معتمد خدام الاحمدیہ ضلع گجرات نے انفاق فی سبیل اللہ پر کی اور دوسری تقریر خلیل احمد صاحب چک ۲۰ کے خادم نے تربیت اولاد کے متعلق کی۔ اس کے بعد خاکسار نے بھی تربیت اولاد کے موضوع پر مزید روشنی ڈالی۔ بعدہ محترم مرزا عبد اللطیف قائد ضلع نے کھانے کے آداب حاضرین کو بتائے۔ اور اجلاس کے آخر میں خاکسار نے حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ کے موضوع پر مختصر تقریر کی۔ رات کے ساڑھے دس بجے اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں

چندہ دینے والے احباب

(قسط نمبر ۱۹)

مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا کرنے والے مخلص حضرات کی قسط نمبر ۱۹ درج ذیل ہے۔ گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگ مرمر کی یادگار تختیوں پر ایسے تمام حضرات کے اسماء گرامی کندہ کروائے جا رہے ہیں۔ جو احباب اپنے یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام ان یادگار تختیوں پر محفوظ کروانا چاہتے ہوں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم ادا فرما کر اس کار خیر میں شامل ہوں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑ جائیں۔

(قائد مالی مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

۱۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم منجانب اللہ دتہ صاحب گتائی جلنگھم انگلینڈ — ۳۵۰-۰۰ روپے

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام " " " " — ۳۵۰-۰۰ "

۳۔ اللہ دتہ صاحب گتائی جھیور انوالی ضلع گجرات حال مقیم " " — ۳۵۰-۰۰ "

۴۔ بابو محمد شریف صاحب مرحوم منجانب صاحبزادگان کوئٹہ — ۳۵۰-۰۰ "

۵۔ چوہدری عطا محمد صاحب قمر ابن چوہدری عبد الغنی صاحب مرحوم فیض اللہ چکوی حال ترگڑی ضلع گوجرانوالہ — ۳۰۰-۰۰ "

۶۔ محمد عثمان صاحب سابق امیر ڈیرہ غازیخاں منجانب اہلیہ صاحبہ راولپنڈی — ۳۱۳-۰۰ "

۷۔ آغا محمد بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں " " " — ۳۱۳-۰۰ "

۸۔ چوہدری بوٹے خان صاحب سدھو مرحوم منجانب پسر چوہدری عمر الدین صاحب سدھو مشنری ڈاکٹر نائیجیریا — ۴۰۰-۰۰ "

۹۔ رحمت بی بی صاحبہ منجانب پسر " " " " " " — ۳۰۰-۰۰ "

۱۰۔ چوہدری عمر الدین صاحب " " " " " — ۳۰۰-۰۰ "

۱۱۔ اکبر علی صاحب کھو کھر غربی ضلع گجرات — ۳۰۰-۰۰ "

امتحان انصار اللہ سہ ماہی سوم ۱۹۷۸ء

سال رواں کی سہ ماہی سوم کا امتحان انشاء اللہ العزیز ۲۷ ستمبر کو ہوگا نصاب درج ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن کریم پارہ ۱۹ ربع اوّل

۲۔ کتاب دافع البلاء (۳) برکات خلافت

کتاب دافع البلاء براہ راست الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ سے طلب فرمائیں۔

زعیم اعلیٰ / زعماء سے گذارش ہے کہ تمام اراکین کو نصاب سے مطلع کر کے اس کی تیاری شروع کروا دیں۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

امتحان سہ ماہی سوم مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے بارے میں وضاحت

امتحان سہ ماہی سوم کے نصاب میں شق نمبر ۳ "برکات خلافت" ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت کی برکات کے موضوع پر معلومات حاصل کی جائیں۔ "برکات خلافت" نامی ایک کتاب بھی شائع ہو چکی ہے لیکن وہ اس وقت دستیاب نہیں ہے۔ اس موضوع پر ایک نوٹ انشاء اللہ تعالیٰ اخبار الفضل یا ماہنامہ انصار اللہ میں شائع کرایا جائے گا تا کہ اراکین اس سے استفادہ کر سکیں۔

(قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

تقویٰ کی ضرورت

فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''ھماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ھیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ھیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ھی روبہ دنیا تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ھیں کہ اگر کوئی بیمار ھو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ھو یا بڑی اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کیلئے دکھ نہ اٹھایا جاوے بیمار اچھا نہیں ھو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ھوتا ہے۔ صغائر سہل انگاری سے کبائر ھو جاتے ھیں۔ صغائر وھی داغ چھوٹا ھے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ھے۔

اللہ تعالی رحیم و کریم ہے ویسا ھی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ھے کہ ان دعویٰ اور لاف و گزاف تو بہت کچھ ہے اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں۔ تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دھی کیلئے وہ کفار کو ھی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ھیں۔ وہ جانتے ھیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ھلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ھوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ھے کہ جب اللہ تعالی دیکھتا ھے کہ لاالہ الااللہ تو پکارتی ھے لیکن اس کا دل اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بدنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔

اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہانتک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے۔ کہ وہ مورد غضب الہی ھوگا۔ جو دل نا پاک ہے خواہ قول کتنا ھی پاک ھو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ھوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ھیں۔ اسی لئے کہ تخمریزی کی جاوے جس سے وہ پھلدار درخت ھو جاوے پس ھر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے۔ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔

(تقریر ۲۵ دسمبر ۱۸۹۷ء)